ذوالفقار الدولہ بہادر مرحوم کے عہد میں بڑے آدمیوں میں رہا ہے اسی کا بیٹا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کی موت پر خوشی منائی اور بہت سا روپیہ جشن پر صرف کیا۔ غلام قادر خاں کے فتنہ اور عذاب سے پہلے مشاعرے کی محفل سجاتا تھا اور لوگوں کی خوب مہمان نوازی کرتا تھا۔ رات کو شعر و شاعری کی محفل ختم ہونے کے بعد خوب صورت مہ جبینوں کے رقص کی محفل گرم ہوتی تھی۔ فارسی میں بھی شعر کہتا تھا۔ سن ۱۲۱۸ھ میں انتقال کر گیا یہ اشعار اس کے ہیں :۔

رہتے ہیں آئینہ سے ہمیشہ دوچار آپ　　تنہا ہی لوٹتے ہیں یہ ساری بہار آپ
بجلی کے چمکنے سے ہے احسان　　شب چھاتی سے لگ گیا وہ ڈر کر
قصہ درد و غم اپنا جو سنایا ہم نے　　یہاں تلک روئے کہ اس کو بھی رلایا ہم نے

غالب

غالب تخلص اور نام غالب علی خاں ہے۔ دوندی خان کا پوتا (یا نواسہ) ہے کہ جو شجاعت اور بہادری میں رستم زمانہ تھا بلکہ زیادہ تر خوبیوں میں یگانہ تھا اور مشہور رئیسوں میں تھا۔ صاحبان بصیرت میں توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ یہ شعر اس کا ہے :۔

جاں بلب ہیں تیرے اس چشم کے بیمار بہت
تیر مژگاں سے ہوئے ہیں جگر افگار بہت

غالب

غالب تخلص اور اس کا اسم شریف اسد اللہ خاں ہے، مرزا نوشہ کے نام سے اشتہار پایا ہے۔ اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور پرانے رؤسا میں سے ہے۔ پہلے اس کی سکونت پرانے دار الخلافہ اکبر آباد میں تھی کہ جو اسکی سکونت سے کبر و ناز کرتا تھا۔ اب وہ نئے دار الخلافہ شاہ جہان آباد میں رہتا ہے کہ جو اس

سے نسبت پاکر صفہان اور شیراز کو شرماتا ہے۔ معنی آفرینی کے باغ کا اونچی اڑان والا طوطی ہے۔ اسلوب بیان کے چمن کا خوش گلو بلبل ہے۔ اس کے خیال کی بلندی کے سامنے بلند ترین آسمان پست زمین کے مترادف ہے۔ یہ اپنے غور و تفکر کے دریا میں معمولی سا بھی غوطہ لگاتا ہے تو قارون کا خزانہ لے آتا ہے۔ اس کی فکر کا شاہین ہمیشہ عنقا کے شکار کے لیے ہی زحمت پرواز کرتا ہے اور اس کی طبع کا اسپ تازی میدان فلک عبور کرنے کو ہی زقند لگاتا ہے۔ اگر آج عمدہ مال فوری طور پر کسی کو درکار ہے تو اس کی دکان کے علاوہ کہیں نہ پا سکے گا۔ برسوں گزر گئے ہیں کہ شاعری کے دائرے میں اس نے پاؤں رکھا تھا ابتدا میں اپنی دشوار پسند طبیعت کی بنا پر مرزا عبدالقادر بیدل کی طرز میں سخن گوئی کی اور ہزاروں آفریں کہ خوب کی۔ بعد میں اس طریقہ سے اجتناب کیا ہے اور اس کی طبع نے ایک الگ ہی انداز دکھایا ہے۔ وہ اپنے دیوان کی ترتیب میں نظر ثانی کو بروئے کار لایا اور اسے تکمیل کو پہنچایا۔ اس نظر ثانی کے عمل میں بہت سے اشعار قلم زد کر دیئے اور دیوان سے نکال دیئے۔ انتخاب کی زد میں آکر اشعار کی تعداد کم رہ گئی۔ مدتیں گزر گئی ہیں کہ ریختہ میں شعر نہیں کہتا۔ فارسی زبان میں بھی بڑا زبردست دخل رکھتا ہے اور اس میں بڑا مال اکٹھا کر لیا ہے۔ اس کا مرتبہ اس میں استادانِ فن سے ہرگز کم نہیں ہے۔ اس کی غزل نظیری کی غزل کے مانند بے نظیر ہے اور اس کا قصیدہ عرفی کے قصیدہ کے مانند دلکش مضامین سے پُر ہوتا ہے۔ شاعری کو اتنا پہچانتا ہے کہ جتنا اس کا حق ہے۔ وہ ایک شعر میں اتنی لطافتیں اور اتنے نکات لے آتا ہے کہ یہ فضیلت ہر ایک کے حصہ میں نہیں آتی ہے بلکہ محض اِکّا دکّا اہل سخن سے ہی مخصوص ہے اور کسی کی طبیعت میں سخن شناسی ہے تو وہ اس نکتہ کو بخوبی سمجھ جائے گا کہ اچھی فکر والا اگرچہ کمیاب ہے مگر اچھی سمجھ والا اس سے بھی زیادہ کمیاب ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ ایک ہی انسان میں یہ دو خوبیاں جمع ہو گئی ہیں اور لطف کا

باعث ہیں۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر اسی کا جیسا نکتہ شناس شاعر کم ہی وجود میں آتا ہے۔ معنی کے لحاظ سے اس کے اشعار میں بڑا استحکام ہوتا ہے۔ اس کا دیوان میری نظر تک پہنچا ہے اور درج ذیل اشعار اس میں سے ہی منتخب کر دیئے ہیں :-

کاہ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسدؔ
سرگشتہ خمار رسوم و قیود تھا

جاتی ہے کشمکش کوئی اندوہ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی خیال کا درد تھا

احباب چارہ سازیٔ وحشت نہ کر سکے
زنداں میں بھی خیال بیاباں نورد تھا

میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

تو اور سوئے غیر نگہ ہائے تیز تیز
میں اور دکھ تری مژہ ہائے دراز کا

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا

ہے اب اس معمورے میں قحط غم الفت اسدؔ
ہم نے یہ جانا کہ دلّی میں رہے کھائیں گے کیا

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

نہ مارا جان کر بے جرم قاتل تیری گردن پر
رہا مانند خون بے گنہ حق آشنائی کا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں
شایان دست و بازوئے قاتل نہیں رہا

غم فراق میں تکلیف سیر گل مت دو
مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بے جا کا

وائے گر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے وہاں ہو جائے گا

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

کوئی ویرانی سے ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا
خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

ہجوم گریہ کا سامان کب کیا میں نے
کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر در و دیوار

نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر در و دیوار

وہ آ رہا مرے ہم سایہ میں تو سائے سے
فدا ہوئے در و دیوار پر در و دیوار

فلک سے ہم کو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضہ ہے
متاع بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
کہ مشقِ ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

ستم کش مصلحت سے ہوں کہ خوباں تجھ پہ مائل ہیں
تکلف برطرف مل جائے گا تجھ سے رقیب آخر

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

مر گیا پھوڑ کے سر غالبؔ وحشی ہے ہے
بیٹھنا اس کا وہ آ کر تری دیوار کے پاس

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

وہ حلقہ ہائے زلف کمیں میں ہیں اے خدا
رکھ لیجو مرے دعوئ وارستگی کی شرم

زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو ستمگر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی جو کھا بھی نہ سکوں

ڈھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہ تھا
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبؔ پیش دستی ایک دن

لوں دام بخت خفتہ سے یک خوابِ خوش ولے
غالبؔ یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں

مانع دشت نورد کوئی تدبیر نہیں
ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

ترے سروِ قامت سے یک قد آدم
قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہیں

کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ
ہم کو جینے کی بھی امید نہیں

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو
تو تغافل میں کسی طرح سے معذور نہیں

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے
دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیئے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہیں
ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہیں

کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ وسعت معلوم
دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں

قیامت ہے کہ سن لیلیٰ کا دشتِ قیس میں آنا
تعجب سے وہ بولا یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں

ہو گئی ہے غیر کی شیریں بیانی کارگر
عشق کا اس کو گماں ہم بے زبانوں پر نہیں

اہل تدبیر کی واماندگیاں
آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں

ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلہ
ہر چند بر سبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیئے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

ہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی

مرے دل میں ہے غالب شوقِ وصل و شکوہ ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

اک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا
ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے

ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا
رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

ہے بارے اعتماد وفاداری اس قدر
غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ نامہرباں ہے وہ

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنا محال ہے

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

اگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعی لاحاصل میں ہے

نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

پھر اس بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے

بے اعتدالیوں سے سبک سب میں ہم ہوئے
جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے

نہ مژدہ وصال نہ نظارۂ جمال
مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے

دی مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آوے

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحہ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

اچھا ہے سر انگشت حنائی کا تصور
دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے
یہاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی

دشمنی نے میری کھویا غیر کو
کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیئے

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
ناامیدی اس کی دیکھا چاہیئے

مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جائے گی
وائے ناکامی کہ اس کافر کا خنجر تیز ہے

وعدہ آنے کا وفا کیجئے یہ کیا انداز ہے
تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

کبھی نیکی بھی اسکے جی میں آ جائے ہے مجھ سے
جفائیں کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے

رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

کرنے گئے تھے اس سے تغافل کا ہم گلہ
کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

بے کاری جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

پچ آ پڑی ہے وعدۂ دلدار کی مجھے
وہ آئے یا نہ آئے پہ یہاں انتظار ہے

پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم
برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پہ ہوس
زلف سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با ایں ہمہ
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

زندگی اپنی جب اس رنگ سے گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

غازیؔ

غازیؔ تخلص ہے۔ دکن کے موزوں طبعوں میں سے ہے۔ یہ شعر اس کے فن کی عکاسی کرتا ہے:۔

تمہیں مژدہ ہے دیوانو مقرر پھر بہار آئی
کہ بوئے گل سحر دوش ہوا پر ہو سوار آئی

غافلؔ

غافلؔ تخلص اور نام رائے سنگھ ہے۔ حساب کے فن میں اچھا دخل رکھتا ہے۔ یہ شعر اس کا ہے:۔

وصف کرتا ہے ان لبوں کا جب
غافلؔ اس وقت لعل اُگلتا ہے

غافلؔ

غافلؔ تخلص اور نام بختاور سنگھ ہے۔ مراد آباد کا ایک شاعر ہے۔ یہ شعر اس کا ہے:۔

بیمار عشق کی نہ دوا ہو طبیب سے
مرجائے یا جیئے کوئی اپنے نصیب سے

غربتؔ

غربتؔ تخلص ہے۔ مراد آباد کا رہنے والا ایک شخص ہے۔ یہ شعر اس کا ہے:۔

گھر چھٹا شہر چھٹا ایک نہ چھوٹا غم عشق
ہم تو غربتؔ کے اسی بات کے دیوانے ہیں

ے غربتؔ کا یہ شعر نسخہ نول کشور میں نہیں ہے۔ ح۔ خ

غریبؔ

غریبؔ تخلص اور نام شیخ نصیر الدین احمد ہے۔ نسلاً کشمیری ہے۔ دہلی میں پیدا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ فارسی میں صاحب دیوان ہے۔ کبھی کبھی ریختہ میں بھی کہتا ہے۔ یہ شعر اس کا ہے:۔

حال دل شوریدہ کہوں کس سے غریبؔ آہ
وہ درد نہیں جس کی طبیبوں سے دوا ہو

غضنفرؔ

غضنفرؔ تخلص اور نام غضنفر علی خاں ہے۔ غلام حسین کٹڑ وڑہ ساکن لکھنؤ کا نواسہ (یا پوتا) ہے۔ جرأتؔ کے شاگردوں میں سے ہے۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اس (یعنی جرأت) کے شاگردوں میں ممتاز ہے لیکن فقیر نے اس کا ایک بھی شعر ایسا نہیں دیکھا کہ اس بات پر دل راضی ہو جائے۔ پہلے شعر کے علاوہ باقی بیشتر اپنے استاد کے انداز کے ہی شعر کہتا ہے۔ یہ اشعار اس کے ہیں:۔

کہتا تھا اس مریض کو وہ کل سنا سنا
کر دے کوئی معاف کسی کا کہا سنا

تصویر میں ہو اس سے دو بدو ہم
کیا کرتے ہیں پہروں گفتگو ہم

کھنچی دیکھی جو کل تصویر مجنوں
تو گویا بیٹھے ہیں بس ہو بہو ہم

لایا یوسف کا مصور جو دکھانے نقشہ
لگی اس نقشے سے وہ اپنا ملانے نقشہ

غلامؔ

غلامؔ تخلص اور نام راجہ گوپال ناتھ ہے۔ مرزا راجہ رام ناتھ کا بیٹا اور حضرت شاہ عالم کے خاص مقربین میں سے تھا اسی رعایت سے غلام تخلص